پروفیسر سید اطہر رضا بلگرامی

نوحہ: رثائی ادب کا اہم ستون و قومی یکجہتی کا آئینہ

رثائی ادب عربی لفظ "رثا" سے ماخوذ ہے جس کے معنی نالہ و شیون کے ذریعہ غم کا اظہار ہے۔ نوحہ آہ و زاری اور آواز و الفاظ کے ساتھ رونے کو کہتے ہیں۔ غم کی افراط و شدت انسان کو فطری طور پر سر و سینہ پیٹنے پر مجبور کرتی ہے اس لیے نوحے کے ساتھ ماتم جز و لازم بن گیا۔ مزید چونکہ آہ وزاری اور بین و بکا خواتین سے مخصوص ہیں اس لیے نوحہ بھی خواتین کی مجلسوں میں زیادہ پنپا اور انھیں کے دائرہ میں مقبول ہوا۔ مرثیہ و نوحہ رثائی ادب کے خاص صنف سخن ہیں جن کا اصل موضوع سانحہ کربلا ہے۔ مرثیہ اس موضوع کی تفصیلی اور نوحہ اس کی اختصاری شکل ہے۔ مرثیہ کی مفصل شکل مختلف اجزا پر مشتمل ہے جس میں چہرہ 'سراپا' رجز' جنگ شہادت اور بین و بکا لازمی اجزا ہیں۔ نوحہ اس کے اختتامیہ حصہ بین کی اختصاری شکل ہے۔

اس اعتبار سے مرثیہ کا میدان انتہائی وسیع جبکہ نوحے کا میدان انتہائی تنگ نظر آتا ہے۔ نوحہ اپنے معنی و مقصد کے اعتبار سے بیان مصائب تک محدود رہا اور وہ بھی بالخصوص خواتین کے جذبات کی عکاسی کے ساتھ۔ شوکت و متین کے نوحوں کے مجموعے اس کی مثالیں ہیں جن کو بیبیہ نوحوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن باوجود اختصار کی تنگی و حدود بندی کے 'فصاحت و بلاغت' جذبات نگاری' منظر نگاری' مرقعہ نگاری' اور تخیل آفرینی کے جو ادبی رنگ نوحوں میں نظر آجاتے ہیں وہ کسی طور پر مرثیے سے کم نہیں ہیں۔ بلکہ بعض مقام پر تو مرثیے کی تفصیل کے بالمقابل نوحے کا اختصار زیادہ پُر اثر ثابت ہوتا ہے۔

میر انیس کے مشہور مرثیے: آج شبیر پہ کیاعالم تنہائی ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے یہی ایک مصرعہ مکمل مرثیہ ہے۔ نجم آفندی کے ایک نوحے کے مصرعہ: مسند کا گوشہ الٹا ہوا ہے" کے لئے بھی یہی بات صادق آتی ہے جہاں نوحہ اپنی تمام تر مسکی کیفیات کے ساتھ تمام ہو جاتا ہے۔ مکمل بند اس طرح ہے:

ترہے لہو میں سلطان عالی ملت کا حاکم امت کا والی
دلدل کا رن میں ہے زین خالی خیمے کی رونق کس نے اٹھالی
مسند کا گوشہ الٹا ہوا ہے۔

مرثیے نے اپنے ابتدائی دکنی دور سے عہد حاضر تک ہیئت' موضوعات' اور شعری تجربات کے اعتبار سے وقت کے تقاضوں میں ڈھلتے ہوئے تغیر و تبدل کے ساتھ کئی منازل طے کیے۔ انیس و دبیر کے بعد مرثیہ واقعات کربلا تک محدود نہیں رہا بلکہ اسلام کے ساتھ دین انسانیت تک پھیل گیا جہاں واقعات کربلا اور اس کے کردار کو عالم انسانیت کے پیچیدہ مسائل کے لئے آئیڈیل ماڈل" بنالیا گیا۔ عصر حاضر کا مرثیہ کسی خاص فرقے یا قوم کی شاعری نہ رہ کر عالم انسانیت کی شاعری بن گیا۔ مرثیہ کی اس وسعت نے اس کو اُردو ادب میں ایک منفرد مقام دیا اور عالمی ادب سے آنکھ ملانے کی جرأت دی۔ نوحوں میں بھی وقت کے تقاضوں میں ڈھلنے کی کوشش ملتی ہے جہاں آہ وزاری کے دائرہ سے نکل کر تبلیغی موضوعات کو اختیار کیا گیا اور اسلام کے درس و تبلیغ کے ذریعہ اعلیٰ انسانی قدروں کو اُبھارا گیا۔

علامہ نجم آفندی، فضل لکھنوی کے مجموعے اس کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔ چند بند دیکھئے:

صبر عالم ان کے قدموں پر نثار جو درِ خیمہ تک آکر رہ گئے
روشنی مقتل میں لاشوں پر کہاں چار تارے جھلملا کر رہ گئے
سر جو نیزے پر چڑھا شبیر کا دونوں عالم سر جھکا کر رہ گئے

خدا را سامنے سے ہر غم دنیا ہٹا دینا حسین آتے ہیں اے کاشانۂ دل راستہ دینا
علی اصغر کو بھی ایثار کا احساس تھا ورنہ یہ کس نے کہہ دیا تھا تیر کھا کر مسکرا دینا

یہ حسین تیرا ہی کام تھا کہ سب اپنے لال فدا کیے
تجھے ان ستاروں نے ڈوب کر شب غم کا چاند بنا دیا۔

دست جہاں پناہ میں اسلام کی نجات — راہ خدا ثبات قدم سے لگی ہوئی
پانی کی بندشوں پہ حقارت کی ایک نظر — عزت کی موت سے وہ نگاہیں لگی ہوئی
نجم آفندی

اللہ وہ میدان کی خاموش فضائیں — تاریک گھٹائیں
مڑ مڑ کے چراغ رہ وحدت کا جلانا — شبیر سے سیکھو
چلتے ہوئے خنجر کو سکھاتے ہوئے راہیں — اللہ ری نگاہیں
خود موت کو بھی موت کی تصویر دکھانا — شبیر سے سیکھو
لاشیں ہیں کہ قرآن کے بکھرے ہوئے پارے — یا عرش کے تارے
ہر سورہ کو جلتی ہوئی ریتی سے اٹھانا — شبیر سے سیکھو
پھولوں پہ ہیں خون کے دھاروں پہ نظر کی — حد بھی ہے اثر کی
دولہا کی طرح لاشۂ قاسم کو اٹھانا — شبیر سے سیکھو
خوں دیتے ہوئے سینے پہ جمتی ہوئی نظریں — تھمتی ہوئی نظریں
اکبر کو نہیں میت اکبر کو اٹھانا — شبیر سے سیکھو
فضل لکھنوی

نوحوں نے مرثیوں کی مانند 'ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد سے پیدا سیاسی بحران اتھل پتھل 'خوف و ہراس 'بےچینی و بد نظمی دہشت گردی اور غدر کے دوران لوٹ مار کے مناظر کی بھی انتہائی پراثر عکاسی کی ہے۔ جس کیفیت کے اظہار کے لئے مرثیہ کو متعدد بند کا سہارا لینا پڑا ہے وہاں نوحے اپنی اختصاری ہیئت میں رہتے ہوئے صرف ایک یا چند بندوں میں بھرپور عکاسی کرتے ملتے ہیں۔ قتل حسین کے بعد خیمۂ حسینی کی تاراجی کا ایک منظر نوحے میں دیکھیے جو ۱۸۵۷ کے غدر کی لوٹ مار کا ہی ایک منظر ہے:

درانہ عدو بے ادبانہ ہوئے داخل
گھر فاطمہ کا ہوگیا بازار حسینا
سر ننگے بہن کو تیری اعدا نے پھرایا
یوں لوٹی گئی ہے تیری سرکار حسینا

ہندوستان میں مرثیہ نگاروں نے ہندوستان تہذیب و معاشرت' رسم و رواج عقائد کی زندہ تصویریں پیش کی ہیں۔ کرداروں کا لب ولہجہ نفسیات' حرکات و سکنات' زبان و محاورے حفظ مراتب طرز تخاطب ایسے رنگ میں پیش کیے گئے کہ خالص عربی کردار سراسر ہندوستانی فضا کے چلتے پھرتے کردار نظر آتے ہیں۔ انیسؔ کے سامنے ہندوستان کی شیر دل' حوصلہ شکن اور دلیر خواتین کی پوری تاریخ تھی خواہ وہ راجپوت خواتین کی تاریخ ہو یا بیگم حضرت محل کی کربلا کے میدان میں جس حوصلہ سے انیسؔ نے حضرت زینب کی زبان سے عون و محمد کو جنگ کی طرف راغب کیا اس کے پیچھے یہی تاریخ بول رہی ہے:

خیبر کی لڑائی کی طرح جنگ کو جھیلو بچے اسد اللہ کے ہو جان پہ کھیلو
تینوں میں دھنسو چھاتیوں سے نیزوں کو ریلو کوفے کو تہہ تیغ کرو شام کو لے لو
دو اور جلا آئینہ و تیغ عرب کو
لو روم کو قبضے میں تو قابو میں حلب کو

اب جاکے ہمالیہ پربت سے لئے ماتم کی ٹکراتی ہے
اس دیس کی نجمی دور بلا جس دیس پہ یہ غم چھا گیا

(۳) دیہی ماحول و معاشرت و اپدیشوں کا رنگ:

ڈوبی ہوئی دکھ کے ساگر میں سورج کی سنہری تھالی تھی
اس چاند کی دس کو سانجھ تلک شبیر سے دنیا خالی تھی

یوں جگ میں نہ لاگی آگ کہیں اس ڈھب سے نہ اجڑا باگ کہیں
سوکھی ہوئی پتی پتی تھی ٹوٹی ہوئی ڈالی ڈالی تھی

دوکھیت پر سے جل بہتا تھا اور پھول ادھر کھلاتے تھے
بن نیر یہ سوکھے جاتے تھے اور چار طرف ہریالی تھی

کیانٹ کے گیے کربل سے حرم جب آئی ہیں سکھیاں ملنے کو
جس مانگ کو دیکھا اجڑی تھی جس گود کو دیکھا خالی تھی

نجمی یہ حسینی چوکھٹ ہے یاں آکے مرادیں ملتی ہیں
اس دوار سے بھکشا لے کے چلے آئے تھے تو جھولی خالی تھی

(۲)

درشن کا اجالا کر لے چلے آنکھوں میں اندھیرا چھوڑ گئے
اکبر کو کہاں کی جلدی تھی بابا کو اکیلا چھوڑ گیے
کربل کی انوکھی دھرتی ہے نرودش مسافر یثرب کا
سانچی تھی جو مہما لے کے اٹھے جھوٹی تھی جو مایا چھوڑ گئے

تیرہ سو برس سے چرچے ہیں ان جیوٹ مرنے والوں کے
تڑپے ہیں وہ خود خنجر کے تلے دنیا کو تڑپتا چھوڑ گئے
اب سوگ ہے رہتی دنیا تک سنسار نے ایسا جوگ لیا
جیون میں رچے ہر دے میں بسے ٹھکرا کر جو دنیا چھوڑ گئے

(۳)

اکبر کو سکارے مرنا تھا دھن موت کی سگری رات رہی
ماں سیس لگائے چھاتی سے بالوں کی لیس لٹیں سلجھات رہی
سانچے ہی رہے جو سانچے تھے ہاں سانچ کو کوئی آنچ نہیں
دشمن کو ہی سب نے دوش دیا اور ان کے لیے صلوات رہی
اب راجہ پر جا چوکھٹ پر سب سیس نوائے بیٹھے ہیں
جب چھوڑ کے دنیا دین لیا دنیا بھی انہیں کے ساتھ رہی

سب دل کی سوبھا ساتھ چلی جب دیس سے یہ پردیس گئے
پردیس سے جب پر لوگ گئے سنسار گی سوبھارت جات رہی
قاتل کو بلا کر دودھ گئے ایسے بھی دیا لو ہوتے ہیں
دنیا یہ اسی کے کنبے کو پانی کے لیے ترسات رہی
جب آئے حسینی سیوا میں سب ہندو مسلم ایک ہوئے
مل جائیں گے نجمی دل بھی کبھی جن ان کے نظر یہ بات رہی

(۴)

کربل بن سے چلے مسافر باجت کوچ نقارہ
جان گیے ہر دیسی بدیسی جھوٹی سانچی مہما کو
نگری نگری دھوم مچی ہے واحسینا بابا کی
اپنے کو جو چاہے نجمی اس کو کون نہ چاہے

ایک ایک سیس انی پہ چمکے، چمکے جیسے ستارہ
ہار کس کی جیت ہے کس کی مان گیو جگ سارا
کربل بن مادیا جلا یو سارا جگ اجیارا
بھارت ماتا سوگ سنا کر من ہر لیسن ہمارا

(۵)

کربلا کا انوکھا جنگل ہے تیروں میں ہوا بل کھاتی ہے　شبیر کا گھائل تن من ہے دھرتی کی دھڑکتی چھاتی ہے
یہ چراغ بھوی لوٹ چکی بھر پور جوانی پھولوں کی　اب گود میں اپنے مالی کے منھ بند کلی مرجھاتی ہے
مایا نے جنہیں ٹھکرایا تھا وہ مایا روپی بندے تھے　یہ ایشور روپی بندے ہیں یاں مایا ٹھوکر کھاتی ہے

(۶)

جب جھوٹ کی ندی بڑھ چڑھ کر لہراتی ہے اٹھلاتی ہے
یہ چلتی پھرتی مایا جب کایا کا لہو پی جاتی ہے
ایک وقت نظر میں پھرتا ہے ایک بات مجھے یاد آتی ہے
سکھ کھونا یاد آتا ہے دکھ پانا یاد آتا ہے
شبیر کا ست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

(۲)

جب سچوں کو ٹھکراتے ہیں اور جھوٹوں کو اپناتے ہیں
جب اچھے اچھے دھرم پجاری پاپ کی ٹھوکر کھاتے ہیں
جب مایا جال بچھاتی ہے دل پھندے میں پھنس جاتے ہیں
سنسار کی جھوٹی مایا کو ٹھکرانا یاد آتا ہے
شبیر کا ست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

(۳)

جب تن کی مورت ہنستی ہے اور من کی دیوی روتی ہے
یہ دنیا نرم بچھونے پر جب آنکھیں موندے سوتی ہے
ست دھرم پہ مرنے والوں کی اس جگ میں کمی جب ہوتی ہے
میدان میں ننھے بچے کا لے آنا یاد آتا ہے
شبر کا ست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

(۴)

جب تن کی رکشا کرنے والے من کا انس مٹاتے ہیں
دردر کے جب سیوک بنکر گھر کی لاج مٹاتے ہیں
جب سکھ کے بندے سکھ کے کارن جگ جگ سیس نواتے ہیں
دکھ درد کے اونچے پربت سے ٹکرانا یاد آتا ہے
شبر کا ست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

(۷)

پربھونا سے گلا کٹا ہو گھر بھر دیولٹائے ست کی رکشا اس کری کلجگ سیس نوائے
تم سا ایک نائکسا کوو گجر کے بہت حسین ایسی لیلا رچ گئے کہ تم بن جگ بچین
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

سگری باڑی دھوپ میں سوکھ گئی بن نیر کھیتی پیاسی نیر کی تس پہ برسے تیر
ہنس ہنس ایسا پن کیا پھوٹ کے رویا پاپ سارا باگ لٹائے کے کھیت رہے پھر آپ
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

تس تس کھرا کھیت رہا جس جس باڑھی دھوپ پیاس بڑھا سنتوش بڑھا سونا چمکا روپ
من ما ایسی شانتی کو وہ کہاں سے لائے لاکھن کشٹ اٹھائے کے ایک نہ نکسی ہائے
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

آنسو نکلے نین سے من سے نکسی کھوٹ مائیں تمرے نام کی پڑی کراری چوٹ
بجلی چمکی پریم کی جیو بھیا ابھواجیارہ بادل گرجے ماتمی چیخ پڑا اسنسار
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

بستی بستی جنگل جنگل آج تمہاری سیت ابھری شکتی پریم کی بھئی ہار کی جیت
ہندو مسلم راجہ پرجاجن دیکھو گن گائے من کو بیراپائے کے سبھی لیو اپنائے
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

سوامی کتنے دور تھے لگا پریمی بان اٹھی لہر ذات سے پہونچی ہندوستان
بھومی رام کرشن کی کربل کا سندیس آنسو تمرے سوگ کے اور گنگا جمنی دیس
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

سب ہی کشٹ اٹھائے کے گئے علی کے لال بھارت سیوک بھوک کی آج کریں ہڑتال
آن سے جب آن بن بھئی من سے نکسے بین نجمی ست کی ٹیک پر پیاسے لڑے حسین
دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

(۴) بنارس کے بنکر قوم کے نوحے کے چند بند

سنجوگ کے جوگ سجوگ بھئے سنسار ہمارا لوٹ لیا
سارے درباری جو جھ گئے دربار ہمارا لوٹ لیا
اپرادھی نے اپرادھ کیا سررام بھجن میں کاٹ لیا
بھگتی میں بھگت کا رکت بہاسکھ منڈل سارا لوٹ لیا۔
اکبر کو برچھی چھان گئی اصغر کے بان سے پر ان گئے
سنجیون بوٹی سوکھ گئی امرت رس دھارا لوٹ لیا
پوپھوٹی گردن تیاگ اٹھے پربت کے پنچھی جاگ اٹھے
میں کرم ابھاگن سوئے رہی سب ٹانڈہ لاد کے پار گئے۔
اے سورج روپی چندموہن بتلاؤ کروں اب کون جتن
تم گھوست ہوکر گھر آنگن اس راہ سے راجکمار گئے

(۵)نوحوں میں بھجن کا اندازہ:

(۶) یہ نوحہ بنارس سے حاصل کیا گیا جو وہاں کی بنکر قوم (جلاہوں) میں بہت مقبول ہے۔ میں محترم پروفیسر مجیب رضوی سابق صدر شعبہ ہندی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا بیحد مشکور ہوں جنہوں نے یہ نوحہ عنایت کیا۔

نواب ڈاکٹر رضا علی خاں (نواب رامپور) کی بیاض "سنگیت ساگر" سے ماخوذ جن کا تخلص رَجا ہے۔

(۱)

دکھیا بنری چھاتی کوٹے مکھ پہ بکھرے بکھرے کیس لہو کی لالی مہندی لینی نیر آنسو مرتیو بھیس
دھیر دھرائیں علی کی جائی کرار ورو دیویں دھائی کربل بن کی کے جوگن گھوموں گی میں دیس بدیس
قاسم پی کی ریت مناؤں نگر نگر مہندی رنگ جاؤں من آگنی سے دیپ جلاؤں جگت سنے پتی سندیس
دیکھ کے سونا بیوہ ڈیرا رجا پیا کو شوک نے گھیرا کربل ماٹی پر ڈالیں کھائیں نسدن تن پہ ٹھیس

(۲)

سمجھنے والے سمجھیں گے سدا سجن تمرا — حسین ست کو امر کریگا گیؤ مترن تمرا
کٹا کے سیس بھی تڑپے نہ تپتی پر — سپھل بھیو وہ جونانا سے تھا وچن تمرا
نہ سوچو ریتی پہ تم کو لٹائے نے والوں نے — نبی کی گود میں بیتا ہے بال پن تمرا
گہارتی تھیں یہ قاسم کے سنگ میں ماتا — کہ چاند چھپ گیؤ بدلی میں اے حسین تمرا
پھنسی ہے ناؤ بھنور میں تو کا ہے کی چنتا — کریں گے پار رجا بیڑا پنجتن تمرا

ہندوستان کی جنگ آزادی نے بھی نوحوں کو بہت متاثر کیا۔ انگریزوں کے جبر و تشدد کے خلاف گاندھی کی عدم تشدد کی تحریک سانحہ کربلا سے متاثر ہوئی۔ مہاتما گاندھی نے حسین کی قربانی کو آزادی کی جدوجہد کے لیے مشعل راہ بنایا اور کہا: ''ہندوستان کی اگر نجات ہو سکتی ہے تو ہم کو حسینی اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔'' ایک مولانا نے گاندھی جی سے دریافت کیا: '' آپ کا طریق کار اور ساتھیوں کی کم تعداد کیا انگریزوں کے خلاف کامیابی دلا سکتی ہے؟'' گاندھی جی نے جواب دیا: ''یہ آپ کہہ رہے ہیں مولانا جن کے پاس حسین جیسی مثال موجود ہے'' مہاراجہ گوالیار نے بھی یہ کہکر تائید کی: '' مجھے یقین ہے اس زندہ جاوید کی عظیم قربانی ہمیشہ ان لوگوں کے دلوں میں جوش و تازگی پیدا کرتی رہے گی جو انصاف 'آزادی اور عزت کے لئے اپنی جانیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔'' گاندھی جی کے ''انشن'' [بھوک ہڑتال] نے کربلا کی بھوک پیاس سے قوت و توانائی حاصل کی اور آزادی کی لڑائی میں جھوجھے بھارت سیوک کہہ اٹھے:

سب ہی کشٹ اٹھائے کے گئے علی کے لال — بھارت سیوک بھوک کی آج کریں ہڑتال
ان سے جب ان بن بھئی من سے نکسے بین — نجھی ست کی ٹیک پہ پیاسے لڑتے حسین

دو جگ کے سہارے کیا کہنا، ست جگ کے ستارے کیا کہنا

(نوحہ نجم آفندی)

ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں جہاں ایک طرف عدم تشدد کی تحریکیں پھیل رہی تھی تو دوسری طرف پوری فضا قومی گیتوں و ترانوں سے گونج رہی تھی۔ نوحوں نے اس کا پورا فائدہ اٹھایا اور

حسینی پیغام کو قومی گیتوں اور ترانوں کی طرز پر پھیلایا۔ قومی گیتوں اور ترانوں کی طرز پر نوحوں کے چند نمونے دیکھئے :

(۱)

کیا صف ماتم پہ بیٹھے ہو عزادارو اٹھو   درد سے دنیا کو بھردو درد کے مارو اٹھو
حریت کی روح اعظم کے پرستارو اٹھو   فاطمہ کے لاڈلے پرجان ودل وارو اٹھو
چہرہ روشن دکھاکر فطرت اسلام کا
کلمہ پڑھوادو شہید کربلا کے نام کا
ذرہ ذرہ کو سنا دو داستان کربلا   کس طرح لوٹا گیا تھا کاروانِ کربلا
کرگئے کیا کارنامے میہمان کربلا   بے زبان کے غم میں بن جاؤ زبان کربلا
چہرہ روشن دکھاکر فطرت اسلام کا
کلمہ پڑھوادو شہید کربلا کے نام کا
خلق سے کہدو کہ یہ شان شہادت دیکھ لے   تین دن کے بھوکے پیاسوں کی شجاعت دیکھ لے
دل پہن رکھے ہیں زرہوں پر جلالت دیکھ لے   اک سے بڑھکرایک ہے معصوم صورت دیکھ لے
چہرہ روشن دکھاکر فطرت اسلام کا
کلمہ پڑھوادو شہید کربلا کے نام کا
دوش پر فوج حسینی کا علم لیکر چلو   یاد میں عباس کی باچشم نم لے کر چلو
پاؤں تھک جائیں تو ہمت کے قدم لیکر چلو   نجم آؤ بزم ماتم میں قلم لیکر چلو
چہرہ روشن دکھاکر فطرت اسلام کا
کلمہ پڑھوادو شہید کربلا کے نام کا

(۲)

بھردیا جوش عمل اسلام کی تلوار میں   یا حسین ابن علی کا شور ہے جھنکار میں
فاطمہ کی گود کا پالا جگا کر قوم کو   سورہا ہے کربلا کی منزل بیدار میں

(۳)

حسین سے ہے دین حق حسین دین پناہ ہے　　حسین کا ہر ایک نفس نوائے لاالہ ہے
ہر ایک بوند خون کی بذکر حق گواہ ہے　　جدھر ہوں اس کے نقش پا وہی خدا کی راہ ہے
حسین کے فدائیو ! علم بدوش بڑھ چلو

حسین اپنی بات پر جو سر کٹا کے سو گیا　　شجاعت اور صبر کے اصول کو سمو گیا
عرب کے ریگ گرم میں وفا کے بیج بو گیا　　حیات جاوداں ملی جو اس کے ساتھ ہو گیا
حسین کے فدائیو ! علم بدوش بڑھ چلو

نہ صرف اشک واہ کے ہی کارواں کو ساتھ لو　　ضعیف تم سہی مگر دل جواں کو ساتھ لو
حسین کا ہے مدعا کہ دوجہاں کو ساتھ لو　　زمین کو ساتھ لے چلے تو آسماں کو ساتھ لو
حسین کے فدائیو ! علم بدوش بڑھ چلو

لٹاؤ آشتی کے پھول زندگی کی راہ میں　　امان والے تم بنو ستم کی جلوہ گاہ میں
صدائے یا حسین دو فضائے کوہ کاہ میں　　تمام کروفر کو لو حسین کی پناہ میں
حسین کے فدائیو ! علم بدوش بڑھ چلو

محبت اس کی ذات سے ہر ایک کا نصب العین ہو　　اسی کا مطمع نظر شعار مشرقین ہو
عمل میں اس کا ساتھ دو کہ اس کے دل کو چین ہو　　زمیں سے آسان تلک حسین ہی حسین ہو
حسین کے فدائیو ! علم بدوش بڑھ چلو

ان نوحوں کو پڑھیے تو ہندوستان کے عوام کی سیدھی سادی روزمرہ بول چال کی زبان ان کے محاورے وعقاید میں رچا بسا اور صوفیوں، سنتوں، رشیوں منیوں کے اپدیشوں میں ڈوبا ہندوستان ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ ہم جب جوگ لینا" د سیس نوانا، دھرم کا پالن ہارا" کھیون ہارا" سوای"، "ست کی سیوا، بلونت، " ساونت "، جھوٹ ساچی مہما" و جگت اجیارا"، "مایاروپی 'ایشورروپی" "سنجوگ، رام بھجن "(عبادت)" "بھگتی" "بھگت"، امرت دھارا" "سنجیونی بوٹی" چند موہن "رام "کرشن" ہمالیہ "گنگا جمنا" جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو ہندوستان کی روایتی پرامن، وفضا کا احساس جاگ اٹھتا ہے جہاں ہر چہار

طرف سکھ شانتی بھائی چارے خلوص وپانانیت کی لہریں موجزن نظر آتی ہیں یہ پرامن پریم و آشتی سے بھری رام کرشن کی بھومی ایسے پرامن پرخلوص وحق پرست معاشرے کی نشان دہی کرتی ہے جہاں کربلا کا سندیش عوام کی زبان پر بے اختیار یہ پیغام لے آتا ہے :

اٹھی لہر فرات سے پہونچی ہندوستان　　سوامی کتنے دور تئے لگا پریمی بان
آنسو تمہرے سوگ کے اور گنگا جمنی دیس　　بھومی رام کرشن کی کربل کا سندیس
دو جگ کے سہارے کیا کہنا، ست جگ کے ستارے کیا کہنا
(نوحہ نجم آفندی)

رثائی ادب میں نوحوں کا کینوس انتہائی وسیع ہے۔ نوحوں نے ہندوستانی معاشرہ کی جیسی جامع اور مکمل تصویر پیش کی ہے۔ یہاں گنگا جمنی تہذیب و قومی یک جہتی کی جیسی منہ بولتی تصویر کشی کی ہے مرثیے ویسی مکمل وحقیقی تصویر پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ مرثیوں کی زبان خالص ادبی رہی اور تہذیب و معاشرے رسم ورواج شہری، لیکن نوحوں نے ایک طرف شہری تمدن کے عوامل کو سمویا تو دوسری تبلیغ کے دایرہ میں آکر عوام کا لب ولہجہ اختیار کر کے، ان کے رسم ورواج وعقائد کی عکاسی کر کے اور انہیں کے جذبات کی ترجمانی کر کے مقصد حسینی کی جس طرح تبلیغ کی اس نے ان کے دائرہ اثر کو مرثیوں کے بالمقابل کہیں زیادہ وسیع کر دیا اور پر اثر بنادیا۔

شوکت، متین، نجم افندی، فضل لکھنوی اور نواب رام پور کے مجموعہ کلام رثائی ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں جن کی قومی یکجہتی کے آئینہ میں ادبی حیثیت کو سمجھا اور ایک مقام پر کہا: ''اگر نجم افندی کے نوحے نہ ہوتے تو میں مرثیہ نہیں کہہ سکتا تھا'' یقیناً یہ پہلی آواز ہے جس نے نوحوں کی ادبی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ میں ادبی حلقہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ نوحوں کے جائزادبی مقام کو روشناس کرائیں گے۔

حواشی:

ا۔ شبلی نعمانی۔ موازنہ انیس ودبیر، تصحیح وترتیب رشید حسن خاں مکتبہ جامعہ دہلی۔
۲۔ انیس شناسی، مرتبہ پروفیسر گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس۔ دہلی
۳۔ ڈاکٹر سید طاہر حسین کاظمی، اردو مرثیہ میر انیس کے بعد، ایرانین آرٹ پرنٹر۔ دہلی

۴۔ "القلم" مدیر اعلیٰ سید ضمیر اختر نقوی مرکز علوم اسلامیہ کراچی (پاکستان) شمارہ ۴
۵۔ بیاض نجم، افتخار ڈپو۔ اسلام پورہ۔ لاہور
۶۔ بیاض نجم، حیدری کتب خانہ امام باڑہ روڈ ممبئی
۷۔ بیاض شوکت مجموعہ نوحے جات
۸۔ بیاض متین مجموعہ نوحے جات
۹۔ بیاض فضل لکھنوی مجموعہ نوحے جات
۱۰۔ مجموعے کلام نواب رام پور (نواب ڈاکٹر سید رضا علیخاں بہادر) سنگیت ساگر" حصہ اوّل
۱۱۔ سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۶
۱۲۔ سید معصوم حیدر نقوی "شعراء مورخین اہل بیت کے حضور میں" الاتحاد کراچی (پاکستان) ۱۹۸۰

اپیل

قارئین کرام!

بعض ناگفتہ بہ اسباب و عوامل کی وجہ سے ماہنامہ راہ اسلام کی اشاعت کا سلسلہ ایک مدت تک منقطع رہا اب اسے "فصلنامہ" کی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اور زیر نظر شمارہ اپنی نوعیت کی پانچویں پیشکش ہے جس کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ آپ لوگوں پر ہے۔ سر دست مقالہ نگار دانشمندوں اور شاعروں کی خدمت میں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنی غیر مطبوعہ اسلامی ادبی اور علمی تخلیقات کی طرح زیر نظر پتہ پر ارسال فرمائیں۔ شعراء و مقالہ نگار حضرات کا مناسب اعزازیہ ان کی ادبی تخلیق کی اشاعت کے بعد ان کے پتہ پر ارسال کر دیا جائے گا۔

محمد حسن مظفری
ایڈیٹر
"فصلنامہ راہ اسلام"
۱۸ا۔ تلک مارگ، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۱